© rasailojaraid.com

عدمِ تشدّد اور حفاظتِ خود اختیاری پر ایک نظر

از جناب میر ولی اللہ صاحب ایڈوکیٹ ایبٹ آباد

ایک مدت سے عدمِ تشدّد (Non-Violence) کا اصول ہندوستانی سیاسیات میں ایک مہتم بالشان مسئلہ بنا ہوا ہے، اور اب تک اس کے حق میں اور اس کے خلاف بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے۔

اس اصول کا سب سے بڑا حامی اور سب سے زیادہ پرچار کرنے والا ایک ہندو لیڈر ہے۔ اس کے خلاف مسلمانوں کا ایک طبقہ بڑے زور و شور سے عدمِ تشدّد کو ایک غیر اسلامی اصول ثابت کرنے میں مصروف ہے چنانچہ عوام عام طور سے اہنسا کو غیر اسلامی چیز سمجھنے لگ گئے ہیں۔

اس مضمون میں عدم تشدد کے متعلق خالص اسلامی نقطۂ نگاہ سے سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اسلام میں عدم تشدد کی کوئی جگہ ہے یا مطلق نہیں اور یہ اصول کسی رنگ میں بھی اسلامی اصول کہا جا سکتا ہے یا نہیں۔ مختصر الفاظ میں عدم تشدد سے یہ مراد ہے کہ تشدد نہ کیا جائے۔ اگر کوئی آدمی تشدد کرے تو اس کے مقابلے میں صبر، برداشت اور عفو سے کام لیا جائے۔ تشدد دو قسم کا ہوتا ہے، ایک تشددِ قولی، یعنی کسی کو برا بھلا کہنا، گالی دینا، توہین کرنا، غیبت کرنا وغیرہ وغیرہ، دوسرا تشدّدِ فعلی، یعنی کسی کو جسمانی ضرر پہنچانا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر شریعت میں اور ہر ملکی قانون میں تشدد کے مقابلے میں تشدد کے استعمال کرنے کا جواز موجود ہے۔ جوابی تشدد کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) تشدد کرنے والے کے خلاف قانونی عدالت تشدد کا حکم دے۔ یعنی مجرم کو قتل کرنے۔ جسمانی سزا دینے، جلاوطن کرنے، قید کرنے یا جرمانہ کرنے کے احکام صادر کرے۔

(۲) اپنی جان اور مال کی حفاظت کے لئے یا کسی دوسرے شخص کی جان اور مال کی حفاظت کے لئے ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ تشدد کرنے والے کے مقابلے میں تشدد کا استعمال کرے۔ اِس حق کو قانونی اصطلاح میں حقِ حفاظتِ خود اختیاری کہتے ہیں۔

اس مضمون کا اصل مدعا تو صرف اُس تشدد اور عدمِ تشدد کا بیان کرنا ہے جو حفاظتِ خود اختیاری میں استعمال ہوتا ہے لیکن چونکہ تشدد بحکمِ عدالت اور تشدد بمرادِ حفاظت کے مباحث ایک حد تک باہم وابستہ ہیں۔ اس لئے فہمِ مطالب کے لئے ضروری ہے کہ تشدد بحکمِ عدالت کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا، ہر شریعت میں جوابی تشدد کا جواز موجود ہے۔ چنانچہ ہندوؤں میں بھی جہاں بروئے دھرم شاستر یہ عقیدہ ہے کہ کسی صورت میں بھی کسی ذی روح کو قتل کرنا جائز نہیں۔ وہاں بروئے ارتھ شاستر آتہ تائی کو قتل کرنا جائز ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں چھ قسم کے لوگوں کو آتہ تائی کہا جاتا ہے۔

(۱) وہ شخص جو کسی کے گھر کو آگ لگانے آیا ہو۔

(۲) وہ شخص جو زہر خورانی کا مرتکب ہو۔

(۳) وہ شخص جو مسلح ہو کر کسی کو قتل کرنے آئے۔

(۴) وہ شخص جو کسی کی دولت یا

(۵) عورت یا (۶) زمین چھین لے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منو کا قول ہے کہ آتہ تائی کو قتل کرنا گناہ نہیں۔ ایسے شخص کو بے تردد قتل کر دینا چاہیے۔ ہندو قانون میں اِس سے کم درجے کے تشدد کے جواب میں کم درجے کے تشدد کا استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

شریعتِ موسوی میں تشدد بجوابِ تشدد کے احکام جو موجودہ کتاب مقدس میں لکھے ہیں حسبِ ذیل ہیں۔

"جو کوئی کسی مرد کو مارے اور وہ مرجائے تو وہ البتہ قتل کیا جائے" پرانا عہدنامہ کتاب الخروج باب ۲۱۔ آیت ۱۲۔

"اور جو آدمی کو چُرا لے جائے اور اُسے بیچ ڈالے یا وہ اس کے پاس سے پکڑا جائے تو وہ البتہ مار ڈالا جائے گا" کتاب و باب مذکور آیت ۱۶۔

"۔ ۔ ۔ اور اگر وہ اس صدمے سے ہلاک ہو جائے تو تُو جان کے بدلے جان لے اور آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں، جلانے کے بدلے جلانا، زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ"۔ کتاب و بابِ مذکور آیات ۲۳ تا ۲۵۔

"اور وہ جو انسان کو مار ڈالے سو مار ڈالا جائے گا۔ ۔ ۔ اور اگر کوئی اپنے ہمسائے کو چوٹ لگائے سو جیسا کرے گا ویسا ہی پائے گا۔ توڑنے کے بدلے توڑنا۔ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ دانت کے بدلے دانت، جیسا کوئی کسی کا نقصان کرے اس سے ویسا ہی کیا جائے"۔ پرانا عہدنامہ۔ کتاب احبار۔ باب ۲۴ آیات ۱۷۔ ۱۹۔ ۲۰۔

"تو تم اس سے وہ سلوک کیجیو جو اُس نے چاہا تھا کہ اپنے بھائی سے کرے۔ تو اس طرح برائی کو اپنے درمیان سے دفع کیجیو۔ تاکہ باقی لوگ سنیں اور دہشت کھائیں اور آگے کو تمہارے درمیان ایسی شرارت پھر نہ کریں اور تیری آنکھ مروت نہ کرے کہ جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہوگا"۔ پرانا عہدنامہ کتاب استثنا۔ باب ۱۹ آیات ۱۹ تا ۲۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

توریت کی مندرجہ بالا آیات سے تشدد بجوابِ تشدد کی اجازت بلکہ ضرورت ثابت ہوتی ہے فی الواقعہ جوابی تشدد ضروری ہے کیونکہ یہ اور لوگوں کے لئے درسِ عبرت ثابت ہوتا ہے۔ اگر ظالم کے لئے کوئی سزا مقرر نہ ہو تو ظلم کے عام ہوجانے کا اندیشہ پیدا ہوجاتا ہے۔ پرانے عہدنامے کی یہ آیات گو لفظاً جوابی تشدّد بحکمِ عدالت کے متعلق ہیں، لیکن معناً ان کے اصول تشدد بحفاظتِ خوداختیاری پر بھی حاوی ہیں، اپنی جان اور اپنے مال یا کسی دوسرے کی جان اور اس کے مال کی حفاظت میں تشدد کا استعمال کرنا انسان کا فطری حق معلوم ہوتا ہے۔

آیئے اب جوابی تشدد کی اجازت اور ضرورت کے متعلق قرآنی آیات کی روشنی سے چشمِ بصیرت کو روشن کرنے کی سعی کریں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ	اور فرض کیا ہم نے اُن پر اُس (کتاب یعنی توراۃ)
بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ	میں کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ
بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ	اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان
وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۔ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ	اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے
فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ	ایسا ہی زخم، اور جو کوئی بخش دے اسے، پس وہ
وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ	کفارہ ہے اس کے لئے۔ اور جو کوئی حکم نہ کرے
فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۔	اس چیز کے مطابق جو اللہ نے اتاری تو ایسے
(۵ - ۴۵)	لوگ ظالم ہیں۔

اس بارے میں توریت کی آیات آپ اوپر پڑھ چکے۔ اس آیتِ قرآنی میں انہی احکام کو دوبارہ بیان کیا گیا ہے۔ اکثر علمائے اسلام اس طرف گئے ہیں کہ تورات کے یہ احکام جنھیں قرآن مجید نے بھی بیان کیا ہے ہمارے لئے بھی بمنزلہ قانون ہیں کیونکہ قرآن نے انھیں صراحت سے منسوخ نہیں کیا، لیکن بعض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علما کہتے ہیں کہ یہ آیت قرآنی صرف پرانے قانون کی خبر دیتی ہے۔ ہمارے لئے یہ احکام قانون نہیں ہیں بہرحال اس مضمون میں اس اختلافِ رائے کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ یہاں غور کے قابل یہ بات ہے کہ جہاں تورات میں یہ لکھا ہے کہ "تیری آنکھ مروت نہ کرے کہ جان کا بدلہ جان آنکھ کا بدلہ آنکھ، دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں گا" وہاں قرآن مجید نے یہ کہا ہے کہ "جو کوئی بخش دے اسے، بس وہ کفارہ ہے اس کے لئے" یعنی اگر مقتول کے وارث قاتل کو اور مجروح زخم پہنچانے والے کو معاف کردے تو اس معافی کے بدلے اللہ تعالیٰ ورثا اور مجروح کے گناہ معاف کردیگا۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ "قاتل پر تین قسم کے حق ہیں ایک اللہ تعالیٰ کا حق۔ دوسرا مقتول کا حق، اور تیسرا ورثائے مقتول کا حق۔ پس جب قاتل نادم ہوا اور خدا کے ڈر سے تائب ہوکر اس نے اپنے آپ کو ورثائے مقتول کے سپرد کردیا (تاکہ اگر وہ چاہیں تو اُسے قتل کردیں) تو اس طرح اللہ تعالیٰ کا حق ساقط ہوگیا اور صلح و معافی سے حق ورثا ساقط ہوگیا۔ باقی رہا مقتول کا حق تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قاتل سے مقتول کو معاوضہ دلادے گا۔ (یعنی قاتل کے بعض نیک کاموں کا اجر مقتول کو دیدیگا یا مقتول کے چند بُرے کاموں کی سزا قاتل کو دیدے گا) اور اس طرح قاتل و مقتول میں صلح کرادے گا۔"

پس قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر قسم کے تشدد کے بدلے میں اسی قسم کا تشدد جائز ہے بلکہ فرض ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی اجازت دی ہے کہ مظلوم ظالم کو معاف بھی کرسکتا ہے۔ حتیٰ کہ قاتل کو بھی مقتول کے ورثا معاف کرسکتے ہیں۔ یہ حکم جوابی تشدد بحکم عدالت اور جوابی تشدد بحفاظتِ خود اختیاری دونوں صورتوں پر حاوی ہے۔ پس یہ ایک صورت ہے عدم تشدد یا اہنسا کی۔ اس بارے میں قرآن مجید کا ایک اور مقام بھی غور کے قابل ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى، الْحُرُّ بِالْحُرِّ — اے ایمان والو، لکھا گیا ہے تم پر قصاص مقتولوں کے بارے میں۔ آزاد ہو تو آزاد اور غلام ہو تو غلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی	اور عورت ہو تو عورت۔ اور جس (قاتل) کو اپنے
فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ	بھائی (فریقِ ثانی) کی طرف سے کچھ معافی ہو جائے
فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاءٌ اِلَیْهِ	تو معقول طور سے مطالبہ کرنا اور خوبی کے ساتھ
بِاِحْسَانٍ۔ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ	اس کو ادا کر دینا۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے
وَرَحْمَةٌ۔ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ	تخفیف ہے اور رحم۔ پس جس شخص نے اس کے
فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ	بعد تعدی کی اس کے لئے دردناک عذاب ہے
حَیٰوةٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ	اور اے عقلمند لوگو تمہارے لئے قصاص میں زندگی
تَتَّقُوْنَ۔ (۲ - ۱۷۸ - ۱۷۹)	ہے تاکہ تم لوگ پرہیز کرو۔

قصاص سے مراد ہے تشدد بجوابِ تشدد۔ بدلہ لینا۔ قاتل کو قتل کے جرم کی سزا میں قتل کرنا یا زخم پہنچانے والے کو بدلے میں اسی طرح کا زخم پہنچانا قصاص ہے۔ ان آیات کی رو سے قصاص لازم ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی اجازت ہے کہ اگر مقتول کے ورثا قاتل کو یا مضروب ضارب کو معاف کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ یاد رہے کہ قتل کی سزا صرف قتلِ عمد کی صورت میں ہوتی ہے ورثائے مقتول اگر قتل کی سزا معاف کر کے خون بہا لینا چاہیں تو چاہئے کہ وہ مناسب طور سے مطالبہ کریں اور ملزم کو چاہئے کہ وہ خون بہا بطیبِ خاطر ادا کر دے۔ قصاص کو فرض بنا کر اللہ تعالیٰ نے معافی کی اجازت بھی دیدی۔ یہ اُس کی طرف سے اپنے بندوں پر فضل و کرم ہے۔ تخفیف ہے اور رحمت ہے۔

ان آیات میں قصاص کے فرض ہونے کی حکمت بھی بتا دی اور کہا کہ قصاص میں تمہاری زندگی ہے۔ فی الواقعہ اگر تشدد کے بدلے میں تشدد نہ ہو تو تشدد عام ہو جائے اور آدمی کی زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ تورات میں بھی قصاص کے فرض ہونے کی بجائے یہی وجہ لکھی ہے "تو اس طرح برائی کو اپنے درمیان سے دفع کیجیو تاکہ باقی لوگ سنیں اور دہشت کھائیں اور آگے کو تمہارے درمیان ایسی شرارت پھر نہ کریں"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن جہاں قصاص میں حکمت ہے۔ وہاں معافی میں بھی ایک حکمت پنہاں ہے جو آگے چل کر بیان ہوگی۔ پس ان آیات میں بھی عدم تشدد کی ایک صورت بیان ہوئی۔

الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ۔ کے متعلق مفسرین اور فقہا کے درمیان بڑا اختلاف ہے۔ بعض مفسر کچھ لکھتے ہیں اور بعض کچھ۔ بعض فقہا کی ایک رائے ہے بعض کی کچھ اور۔ لیکن یہاں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں رواج تھا کہ اگر کسی کمزور قوم کا کوئی غلام کسی بڑی قوم کے آدمی کو قتل کر دیتا تو اصل قاتل کی جگہ کمزور قوم کے کسی آزاد آدمی کو بدلے میں قتل کر دیتے اسی طرح عورت قاتل کی بجائے اس کی قوم کے کسی مرد کو قتل کر دیتے۔ اس کے برعکس اگر کمزور قوم کے کسی آدمی کو طاقتور قوم کا کوئی آزاد مرد قتل کر دیتا تو اس آزاد کی جگہ کسی غلام کو قتل کر دیتے۔ اسی طرح کی اور نامعقول اور نامنصفانہ رسمیں بھی عرب میں جاری تھیں۔ قرآن مجید نے ان بیہودہ رسموں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ اس لئے قرآن مجید کے ان الفاظ کا یہی ترجمہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر قاتل آزاد ہو تو اسی آزاد کو قتل کرو، قاتل غلام ہو تو اسی غلام کو قتل کرو اور اگر قاتل عورت ہو تو اسی عورت کو قتل کرو

اب جوابی تشدد کے متعلق موجودہ انجیل کے احکام پر غور کیجیے۔

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرو بلکہ جو تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور اگر کوئی چاہے کہ تجھ پر نالش کر کے تیری قبا لے، کرتے کو بھی اُسے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا، جو کوئی تجھ سے کچھ مانگے اُسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے اس سے منہ نہ موڑ۔"

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا اپنے پڑوسی سے دوستی رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت، پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں کو پیار کرو اور جو تم پر لعنت کریں اُن کے لئے برکت چاہو جو تم کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کینہ رکھیں ان کا بھلا کرو اور جو تمہیں دکھ دیں اور ستائیں ان کے لئے دعا مانگو، تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے فرزند ہو۔ کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں پر چمکاتا ہے اور راستوں اور ناراستوں پر مینہ برساتا ہے کیونکہ اگر تم انھیں کو پیار کرو جو تمہیں پیار کرتے ہیں تو تمہارے لئے کیا اجر ہے؟ کیا محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے؟ اور اگر تم فقط اپنے بھائیوں کو سلام کرو تو کیا زیادہ کیا؟ کیا محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے! پس تم کامل ہو جیسا تمہارا باپ جو آسمان پر ہے کامل ہے۔" نیا عہدنامہ۔ متی کی انجیل۔ باب ۵ آیات ۳۸ تا ۴۸)

تشدد بجوابِ تشدد کے متعلق آپ توریت، انجیل اور قرآن مجید کے احکام پڑھ چکے اب آپ ان پر غور کریں اور اُن کا آپس میں مقابلہ کریں۔

(۱) تورات جو مذکورہ تینوں کتابوں میں سب سے پہلے کی ہے تشدد کے جواب میں تشدد کو لازم قرار دیتی ہے اور ساتھ ہی حکم کرتی ہے کہ تیری آنکھ مروت نہ کرے اور ظالم کو معافی نہ دے۔

(۲) انجیل تورات کے بعد کی کتاب ہے۔ اس میں تشدد بجوابِ تشدد سے بالکل منع کیا گیا ہے اور ہر صورت میں عفو سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے یعنی کلّی عدمِ تشدد کی تعلیم ہے۔

مشہور و معروف کتاب پرنس کے مصنف میکیا ویلی کے مندرجہ ذیل خیالات گویا انجیل کی اِس تعلیم پر ایک تنقید ہے۔

• میکیا ویلی کمینگی کمزوری اور بزدلی پر حملہ کرتا ہے اور اپنے معاصرین پر انہی کمزوریوں کا الزام لگاتا ہے جیسا کہ اس کی تاریخِ فلارنس سے معلوم ہوتا ہے۔ جب وہ یہ سوال کرتا ہے کہ انسان اپنی قدیم عظمت سے کیوں گر گئے ہیں تو اس کو اس کی وجہ ان کی تعلیم نظر آتی ہے۔ جس کے اثرات نے ان کو اپاہج اور مایوس کر دیا ہے اور اس تعلیم کا سب سے بڑا تعلق مذہب سے ہے قدما، آبرو، عزتِ نفس قوت اور صحتِ جسم کو پسند کرتے تھے اور قدیم مذاہب ان فانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگوں کو جو سپہ سالار، بہادر اور مقنن ہونے کی وجہ سے شہرت حاصل کرتے تھے، الوہیت کا جامہ پہنا دیتے تھے۔ ان کے مذہبی رسوم شاندار ہوتے تھے۔ اور ان میں اکثر خونی قربانیاں ہوتی تھیں جو لازماً لوگوں کے دلوں میں تندی اور درشتی کا میلان پیدا کرتی ہوں گی۔"

"برخلاف اس کے ہمارا مذہب مقصد اعلیٰ کو دوسرے عالم میں جا رکھتا ہے اور اس دنیا کی آرزو کو نظرِ تحقیر سے دیکھنے کی تعلیم دیتا ہے وہ عجز اور ایثارِ نفس کو بڑی شاندار نیکیاں سمجھتا ہے اور فکر و مراقبہ کی خاموش زندگی کو خارجی امور کی عملی زندگی پر ترجیح دیتا ہے۔ اگر وہ ہم سے قوت کا بھی طالب ہوتا ہے تو قوتِ فعل کا نہیں بلکہ قوتِ برداشت کا۔ اس اخلاق نے انسانوں کو کمزور کر دیا ہے اور دنیا کو بے دھڑک اور شدت پسند آدمیوں کے سپرد کر دیا ہے جن کو یہ معلوم ہو گیا کہ اکثر لوگ بہشت کی امید میں بہ نسبت بدلہ لینے کے برداشت کرنے پر زیادہ مائل ہیں۔ میکیاویلی ساتھ ہی کہتا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ انسانی بزدلی عیسائیت کی غلط تاویل سے پیدا ہوئی ہے لیکن ان الفاظ سے اُس کا یہ مقصد نہیں ہو سکتا کہ وہ عیسائی اخلاق اور قدیم اخلاق کے تمام تخالف کو واپس لیتا ہے اور اس کا خود جس طرف میلان ہے وہ ظاہر ہے"۔ [1]

(۳) قرآن مجید جو سب سے بعد کی کتاب ہے تشدد کے جواب میں تشدد کو لازم قرار دیتی ہے لیکن ساتھ ہی عفو کی اجازت بھی دیتی ہے۔

گویا پہلی کتاب میں قصاص ہے اور عفو نہیں۔ دوسری کتاب میں عفو ہے قصاص نہیں۔ تیسری کتاب میں قصاص بھی ہے اور عفو بھی۔ تورات کی تعلیم ایک انتہا پر تھی انجیل کی تعلیم دوسری انتہا پر۔ اور قرآن مجید کی تعلیم خیر الامور اوسطہا کا ایک روشن نمونہ۔ تورات کے احکام عوام کا دستور العمل بن سکتے ہیں۔

---

[1] تاریخ فلسفۂ جدید، جلد اول مصنفہ ڈاکٹر ہیرلڈ ہوفڈنگ۔ ترجمہ اردو از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ص ۲۷ - ۲۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انجیل کے احکام خواص بلکہ انسانِ کامل کا معمول ہو سکتے ہیں اور قرآن مجید کے احکام ہر خاص و عام کے لئے شمعِ راہ کا کام دے سکتے ہیں۔ ہم ان کتابوں کے احکام پر جتنا گہرا غور کرتے جائیں گے قرآن مجید پر ہمارا ایمان اتنا ہی زیادہ مضبوط ہوتا جائے گا۔

نوعِ انسانی کی تاریخ میں اہنسا کے اصول پر عمل پیرا ہونے کا سب سے پہلا واقعہ خود حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی میں ہی پیش آیا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ	اور سنا ان کو حال آدمؑ کے دو بیٹوں کا سچا۔ جبکہ
اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا	دونوں نے قربانی کی پس قبول ہوئی ایک کی ان
وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ۔ قَالَ	میں سے اور نہ قبول ہوئی دوسرے کی۔ اس نے کہا
اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ	میں تجھے ضرور قتل کروں گا اس نے جواب دیا کہ اللہ
لَئِنْ بَسَطْتَ اِلَيَّ يَدَكَ	تو پرہیزگاروں ہی سے قبول کرتا ہے اگر تو بڑھائیگا
لِتَقْتُلَنِيْ مَا اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ	میری طرف اپنا ہاتھ مجھے قتل کرنے کو تو میں نہیں
اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۔ اِنِّيْٓ اَخَافُ	بڑھاؤں گا اپنا ہاتھ تیری طرف تجھے قتل کرنے کو۔
اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ	میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے جو سارے جہانوں کا پروردگار
اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ	ہے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو اٹھالے میرا گناہ بھی اور
فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۔	اپنا گناہ بھی۔ پس تو ہو جا اہلِ دوزخ میں سے اور
وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۔	یہی ہے سزا ظالموں کی۔ پھر آمادہ کر دیا اُسے اس
فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ	کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل کرنے پر۔ پس اُسے
فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔	قتل کر ڈالا اور ہو گیا خسارہ اٹھانے والوں سے۔

(۵ - ۲۷ تا ۳۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ قصہ ہے آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا۔ ان دونوں نے قربانی کی۔ ہابیل کی قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول کرلی اور قابیل کی قربانی کو قبول نہ کیا۔ اس پر قابیل کا رشک حسد میں تبدیل ہوگیا اور حسد دشمنی میں۔ قابیل نے ہابیل کو کہا کہ میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ ہابیل نے جواب دیا کہ اس میں میرا قصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ صرف پرہیزگاروں کی قربانی قبول کرتا ہے اور اگر تو خواہ مخواہ مجھے قتل کرنے کیلئے ہاتھ اٹھائے گا تو میں جواب میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ کیونکہ میں خدا سے ڈرتا ہوں تجھ پر ہاتھ اٹھانے کی بجائے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اگر تو مجھے قتل کرے تو مجھ مظلوم کے گناہ بھی تیرے سر پر پڑیں اور تیرے اپنے گناہ بھی اور تو اس جرم کی پاداش میں دوزخ میں جائے کیونکہ ظالموں کی سزا یہی ہے اس پر قابیل نے ہابیل کو قتل کردیا۔

ظاہر ہے کہ اپنی جان کی حفاظت کے لئے حملہ آور پر حملہ کرنا اور تشدد کے جواب میں تشدد کا استعمال کرنا نہ صرف شریعت اور قانون میں جائز ہے بلکہ انسانی فطرت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ یقیناً ہابیل کو حفاظتِ خود اختیاری کا حق حاصل ہوچکا تھا لیکن اُس نے اِس حق کو استعمال کرنے اور قابیل کے تشدد کے جواب میں تشدد کرنے سے صاف انکار کردیا اور اہنسا کے اصول پر کاربند ہوکر مظلومانہ شہادت کو تشدد پر ترجیح دی۔

اس میں شک نہیں کہ ہابیل کا یہ طرزِ عمل جو آیاتِ بالا میں مذکور ہوا۔ خود ہابیل کا اپنا طرزِ عمل تھا۔ خدا کا حکم نہ تھا۔ لیکن یہ یقینی بات ہے کہ یہ طرزِ عمل جس انداز سے قرآن مجید میں بیان ہوا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہابیل کا یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کو منظور و مقبول تھا۔

ہابیل نے یہ جو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرا گناہ بھی اٹھالے، اس پر بعض اصحاب کو یہ تردد ہوا کہ ایک کا بوجھ دوسرا کیوں اٹھائے گا اور ایک کے گناہ کا بار دوسرے کے سر پر کیونکر پڑے گا۔ اس لئے انھوں نے بائمی کا ترجمہ کیا "میرے قتل کا گناہ" یعنی تو اپنے اور گناہ بھی اٹھائے اور مجھے قتل کرنے کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گناہ بھی۔ لیکن ہاشمی کا یہ ترجمہ محض سینہ زوری ہے۔ مظلوم کے گناہوں کا بار ظالم کے سر کس طرح پڑے اس سوال کا جواب بخاری کی ایک حدیث میں موجود ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ
قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم	کہتے ہیں کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے
من كانت له مظلمة لاخيه من	اپنے بھائی کی آبرو یا کسی اور چیز کے متعلق ظلم کیا ہو
عرضه او شیٔ فليتحلله منه	اُسے چاہیئے کہ آج اس سے معاف کرا لے قبل اس کے
اليوم قبل ان لا يكون دينار	کہ (بروز قیامت) نہ درم رہے نہ دینار۔ اس وقت
ولا درهم. ان كان له عمل	اگر اس (ظالم) کا کوئی عملِ صالح ہوگا تو اس میں سے
صالح اخذ منه بقدر مظلمته	بقدر اس کے ظلم کے لے لیا جائیگا (اور مظلوم کو دیدیا
وان لم تكن له حسنات اخذ	جائے گا) اور اگر اس (ظالم) کے پاس نیکیاں نہ
من سيئات صاحبه فحمل	ہوں گی تو اس کے (مظلوم) ساتھی کی بدیاں
عليه۔	لیکر اس (ظالم) پر لاد دی جائیں گی۔

قرآن مجید میں اکثر مقامات پر قصاص اور عفو یعنی جوابی تشدد اور عدمِ تشدد کا یکجا ذکر ہوا ہے اور جوابی تشدد کا جواز اور عدمِ تشدد کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

وَالَّذِيْنَ إِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ	اور وہ لوگ کہ جب ہوتا ہے اُن پر ظلم تو وہ بدلہ لیتے
وَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ	ہیں اور بدلہ بُرائی کا ہے برائی ویسی ہی۔ پس
عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ	جس نے معاف کر دیا اور صلح کر لی سو اس کا اجر ہے
لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ. وَلَمَنِ انْتَصَرَ	اللہ کے ذمے، بیشک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔
بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ	اور جس نے بدلہ لیا بعد اس کے کہ اس پر ظلم ہوا سو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مِنْ سَبِيلٍ ۔ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ — ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں، الزام تو اُن پر ہے

يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ — جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر اور سرکشی کرتے ہیں زمین میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ — بغیر حق کے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ — ہے اور جس نے صبر کیا اور معاف کردیا سو یہ بیشک

لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۔ (۴۲-۳۹ تا ۴۳) بلند ہمتی کا کام ہے ۔

ان آیات سے پہلے کی آیات میں اچھے لوگوں کا ذکر تھا۔ انہی اچھے لوگوں میں وہ لوگ بھی مذکور ہوئے جو ظلم کا بدلہ لیتے ہیں چند اہم باتیں جو ان آیات سے ثابت ہوتی ہیں یہ ہیں۔

(۱) مظلوم کی طرف سے جوابی تشدد ظالم کے تشدد سے زیادہ یا بدتر نوعیت کا نہیں ہونا چاہئے حقِ حفاظتِ خود اختیاری کے موجودہ ملکی قانون میں بھی یہ شرط موجود ہے کہ جوابی تشدد ضرورت سے زیادہ نہ ہو

(۲) جوابی تشدد کے استعمال کرنے والے پر کوئی الزام نہیں اور نہ ایسا تشدد جرم کی تعریف میں آتا ہے

(۳) الزام صرف اس شخص پر ہے جو تشدد میں ابتدا کرتا ہے یا اس شخص پر جو جوابی تشدد میں مقررہ بالا حدود سے گزر جاتا ہے۔

(۴) جو شخص ظالم کے تشدد کے جواب میں تشدد نہ کرے بلکہ اسے معاف کردے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اِس صبر کا اجر عطا کرے گا۔

(۵) تشدد کے مقابلے میں صبر اور عفو سے کام لینا بڑی بلند ہمتی کا کام ہے اور بڑا قابلِ ستائش کام۔

پس ان آیات سے جوابی تشدد کی اجازت اور عدمِ تشدد کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ تبیان میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ قیامت کے دن ندا ہوگی کہ جس شخص کا خدا کے ذمے کوئی اجر ہے وہ اٹھے اور لے اس ندا کے جواب میں کوئی شخص نہ اٹھے گا سوائے اس کے جس نے کسی ظلم کو معاف کیا ہوگا (بحوالہ تفسیر حسینی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عفو از گناہ سیرتِ اہلِ فتوت است　　　بے حلم و عفو کارِ فتوت تمام نیست
بگذر ز جورِ خصم و کرم کن کہ عاقبت　　　در عفو لذتے ست کہ در انتقام نیست

قرآن مجید نے انجیل کی طرح قصاص کو ناجائز نہیں ٹھیرایا کیونکہ انسانی طبائع مختلف ہیں نہ ہر شخص اتنا بلند ہمت ہے کہ وہ ہر تشدد کو معاف کر سکے اور نہ ہر ظالم اس کا مستحق ہے کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ بقول سعدی

بگفتیم در بابِ احساں بسے　　　ولیکن نبایست با ہر کسے

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا　　　اے نبی۔ بے شبہ ہم نے بھیجا ہے تجھے گواہی دینے والا اور
وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔ وَّدَاعِيًا اِلَى　　　خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور بلانے والا
اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ وَبَشِّرِ　　　اللہ کی طرف اس کے حکم سے۔ اور چراغ روشن اور
الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا　　　خوشخبری دے ایمان والوں کو کہ ان کے لئے ہے، اللہ کی
كَبِيْرًا۔ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ　　　طرف سے بہت بڑا فضل۔ اور نہ کہا مان کافروں اور
وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۔ وَ　　　منافقوں کا اور پرواہ نہ کر ان کی ایذا رسانی کی۔
كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ (۳۳-۴۵ تا ۴۸)　　　اور بھروسہ کر اللہ پر اور کافی ہے اللہ کارساز۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلایا ہے کہ آپ نبی ہیں، بشیر ہیں، نذیر ہیں، داعی الی اللہ ہیں اور اہلِ عالم کے لئے روشن چراغ۔ اس لئے لوگوں کو اپنا پیغام سناتے جایئے۔ کفار کو عذابِ آخرت سے ڈراتے جایئے، ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی خوشخبری دیتے جایئے، دنیا میں نور ہدایت کی روشنی پھیلاتے جایئے نہ کافروں اور منافقوں کی باتوں میں آیئے اور نہ ان کی ایذا رسانی کی پرواہ کیجئے۔ اللہ کارساز ہے اور آخر کار آپ کی کارسازی کرے گا اور آپ کو کامیاب بنائے گا۔

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی ایذا رسانی کے مقابلے میں صبر۔ برداشت اور توکل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ ایذا کے مقابلے میں ایذا کا۔ یہ عدم تشدد کی تعلیم ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ — بلا (لوگوں کو) اپنے رب کے رستے کی طرف حکمت سے اور
الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ — اچھی نصیحت سے اور بحث کر ان کے ساتھ خوبصورت طریقے سے
اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ — بیشک تیرا رب بہتر جانتا ہے اس کو جو گمراہ ہوا اس کے رستے سے
سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ۔ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ — اور وہی بہتر جانتا ہے راہِ راست پر چلنے والوں کو۔ اور اگر تم سختی
فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ — کرو تو سختی کرو ویسی ہی جیسی سختی تم پر کی گئی ہو۔ اور اگر تم
لَھُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ۔ (۱۶ - ۱۲۵ تا ۱۲۶) — صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔

تبلیغ کا کتنا خوبصورت طریقہ بتایا گیا ہے۔ دعوت حکیمانہ ہو، نصیحت خوش آیند ہو اور بحث خوش آئند تر اگر ہمارے مبلغ اس اصول پر کاربند ہوں تو کامیابی یقینی ہو لیکن افسوس ہے کہ ہماری تبلیغ اور ہمارے تبلیغی مناظرے محض ایک دوسرے کی تضحیک پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور بس۔

ان آیات میں جوابی تشدد کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ اگر تم تشدد کرو تو بس اتنا ہی جتنا تم پر کیا گیا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ بہتر تو یہی ہے کہ تم تشدد کے جواب میں تشدد نہ کرو۔ بلکہ صبر اور برداشت سے کام لو۔ جی چاہتا ہے کہ ان آیات کے نیچے مولانا ابوالکلام آزاد نے جو نوٹ لکھا ہے نقل کر دوں تاکہ میری روکھی پھیکی عبارت کے صحرا میں ان کا ادیبانہ اسلوب بیان ایک سرسبز نخلستان کا کام دے جائے۔

"غور کرو قرآن کا محض ایک لفظ یا محض ایک ترکیب کس طرح مقاصد و مسائل کے فیصلے کر دیا کرتی ہے پہلے بصیغہ امر دعوت کا حکم دیا گیا تھا "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ" پس چاہیے تھا کہ یہاں بھی بدلہ لینے کا حکم دیا جاتا کہ اگر تمہارے ساتھ سختی کی گئی ہے تو تم بھی ویسی ہی سختی کرو۔ مگر نہیں ایسا نہیں فرمایا بلکہ کہا "وَاِنْ عَاقَبْتُمْ" اگر ایسا ہو کہ تم مخالف کی سختی کے جواب میں سختی کرنا چاہو تو چاہیے کہ حد سے نہ بڑھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ سختی کے جواب میں سختی کا حکم نہیں ہے محض اجازت ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی اگر ایک آدمی وہ مقام حاصل نہیں کرسکتا جو اس بارے میں بہتری اور خوبی کا مقام ہے۔ جھیل جانا اور بخش دینا۔ تو پھر اُسے بدلے کی اجازت دیدی گئی ہے لیکن اجازت کو "بمثل ما عوقبتم" سے مقید کردیا، تاکہ زیادتی کا دروازہ بکلی بند ہوجائے۔ اب دو ہی راہیں کھلی رہ گئیں عزیمت تو اس میں ہوئی کہ جھیل جاؤ اور بخش دو۔ رخصت اس کی ہوئی کہ جتنی سختی کی گئی ہے۔ اتنی ہی تم بھی کرلو۔ اس سے آگے قدم نہیں بڑھا سکتے۔"

"اس آیت کی تفسیر میں امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ایک تقریر بہت مقبول ہوئی ہے جو انھوں نے "قسطاس المستقیم" میں لکھی ہے اور بعد کے مفسرین نے عموماً اسے اختیار کرلیا ہے وہ کہتے ہیں استعداد و فہم کے لحاظ سے ہر انسان کی طبیعت یکساں نہیں۔ اور ہر ذہنی حالت ایک خاص طرح کا اسلوب خطاب چاہتی ہے۔ اربابِ دانش کیلئے استدلال کی ضرورت ہوتی ہے۔ عوام کے لئے موعظت کی اور اصحابِ خصومت کے لئے جدل کی۔ پس اس آیت میں قرآن نے تینوں جماعتوں کے لئے یہ تینوں طریقے بتلا دیئے ہیں۔ اربابِ دانش کو حکمت کے ساتھ مخاطب کرو، عوام کو موعظت کے ساتھ۔ اور اربابِ خصومت کے لئے جدل کی بھی اجازت ہے مگر بطریقِ احسن" (ترجمان القرآن ص ۳۴۵)

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم	اکثر اہل کتاب چاہتے ہیں کہ وہ پھیر دیں تمہیں
مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا	ایمان لائے پیچھے کافروں میں بوجہ حسد کے جو
مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ	ان کے دلوں میں ہے حالانکہ ظاہر ہوچکا ان پر
مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا	حق۔ پس معاف کرو اور درگذر کرو تا وقتیکہ
حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ	بھیجے اللہ اپنا حکم (یعنی حکم جہاد) بے شک
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۲-۱۰۹)	اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام کی ابتدائی دور کی تاریخ شاہد ہے کہ مکہ معظمہ کے اہلِ کتاب کا فر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان مٹھی بھر لوگوں پر جو ایمان لے آئے. طرح طرح کے تشدد اور ظلم کرتے تھے تاکہ انھیں تنگ کر کے پھر کافر بنادیں۔ یہ اللہ کے بندے رنگا رنگ مصیبتیں اور اذیتیں جھیلتے رہے مگر ہاتھ نہ اٹھایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ "جھیل جاؤ اور بخش دو"۔ لطف یہ ہے کہ اس برداشت میں عفو کا عنصر بھی موجود تھا۔ غور کیجئے کتنا بلند مقام ہے۔

جوابی تشدد اور عدم تشدد کی دو حیثیتیں ہیں۔

(۱) انفرادی اور شخصی (۲) جماعتی یا قومی

اس آیت میں جماعتی عدم تشدد کی تعلیم ہے، عدمِ تشدد دو چیزوں پر موقوف ہے ایک علو ہمت، دوسری مصلحتِ وقت۔ یہاں جس عدمِ تشدد کا حکم دیا گیا ہے اس میں یہ دونوں عنصر موجود ہیں، جس زمانے کی یہ بات ہے اس وقت مسلمان معدودے چند تھے اور کامیاب مدافعت کے ناقابل۔ یہ تو مصلحت کا عنصر لیکن بلند ہمتی کا عنصر بھی موجود تھا کیونکہ درگذر کے ساتھ عفو کی ہدایت بھی موجود ہے۔ علامہ اقبال مرحوم کا شعر

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

ایک مقام ہے عقلِ مصلحت اندیش کا، ایک مقام ہے عشقِ مصلحت نا اندیش کا۔ یہ دونوں مقام ایک دوسرے کے منافی نہیں. کامیاب انسان کے لئے جہاں عشق مصلحت نا اندیش کی ضرورت ہے وہاں عقلِ مصلحت اندیش کے بغیر بھی چارہ نہیں۔ یہ تھوڑے سے گنتی کے مسلمان اگر مقامِ عشق مصلحت نا اندیش پر قائم نہ ہوتے تو یقیناً اُن جانکاہ مصیبتوں کے مقابلے میں ارتداد کو ترجیح دیتے اور اگر وہ مقامِ عقلِ مصلحت اندیش سے ناآشنا ہوتے تو ضرور وہ مقابلے پر اٹھ کھڑے ہو کر خودکشی کے مرتکب ہوتے لیکن وہ ان دونوں غلطیوں سے بچے رہے کیونکہ اُن کا ان دونوں مقاموں پر عبور تھا اسی لئے وہ مدافعانہ اقدام کے لئے اس وقت تک منتظر رہے جب کہ ان کی جماعتی طاقت بڑھ گئی ۔ اور جہاد کا حکم آگیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن دیکھئے جہاد کا حکم آیا بھی تو کتنا حکیمانہ اور کتنا منصفانہ ۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ	اور لڑو اللہ کی راہ میں اُن سے جو لڑیں تم سے اور
وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ	زیادتی نہ کرو، یقیناً اللہ زیادتی کرنیوالوں کو پسند نہیں
وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ	کرتا اور قتل کرو انھیں جہاں پاؤ اور نکال دو اُن کو
مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ	جہاں سے نکالا انھوں نے تم کو۔ اور فتنہ زیادہ سخت
مِنَ الْقَتْلِ ۔ وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ	ہے قتل سے اور نہ لڑو اُن سے مسجد الحرام (یعنی کعبہ)
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْکُمْ فِیْهِ	کے پاس۔ جب تک کہ وہ نہ لڑیں تم سے وہاں۔ پس
فَاِنْ قٰتَلُوْکُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۔ کَذٰلِكَ	اگر وہ لڑیں تم سے تو قتل کرو اُن کو۔ یہی سزا ہے کافروں
جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ ۔ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ	کی۔ پس اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً اللہ غفور اور
غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی	رحیم ہے اور لڑو اُن سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ
لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ	اور ہو جائے دین اللہ کے لئے۔ پس اگر وہ باز آجائیں
فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی	تو نہیں سختی مگر ظالموں پر۔ حرمت والا مہینہ
الظّٰلِمِیْنَ ۔ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ	حرمت والے مہینہ کے بدلے ہے اور سب حرمتوں
وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۔ فَمَنِ اعْتَدٰی	میں بدلہ ہے پھر جو زیادتی کرے تم پر تو تم بھی
عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی	اس پر زیادتی کرو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی
عَلَیْکُمْ ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ	اور ڈرو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں
اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۔ (۲۔ ۱۹۰ تا ۱۹۴)	کے ساتھ ہے۔

آیاتِ بالا میں قانونِ جنگ کے جو اصول بیان ہوئے وہ گہرے غور کے قابل ہیں ۔

(۱) لڑائی صرف اسی قوم سے ہو سکتی ہے جو حملہ آور ہو۔ "الذین یقاتلونکم" اس سے معلوم ہوا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ جہاد مدافعانہ اقدام ہے۔

(۲) لڑائی میں فریقِ ثانی پر زیادتی کرنا جائز نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلامی قانون کی رو سے ایٹم بم گرانا تعدی ہے اور خدا معتدین کو پسند نہیں کرتا۔

(۳) عرب کے رواج کے مطابق خانہ کعبہ کے نواح میں لڑائی کرنا منع تھا۔ اسی طرح بعض مہینوں میں بھی لڑائی بند ہوتی تھی۔ مسلمانوں کو حکم ہوا ہے کہ تم بھی ان حرمتوں کا لحاظ کرو، ہاں اگر دشمن ان کا پاس نہ کرے تو اس صورت میں تم بھی آزاد ہو۔

(۴) اگر دشمن لڑائی بند کردے تو تم بھی بند کردو۔ "فان انتہوا" تاکید کے لئے یہ حکم مکرر بیان ہوا۔

(۵) لڑائی فتنہ دور کرنے کے لئے ہے۔ فتنہ دور ہوجائے تو لڑائی بند کردو۔ اس صورت میں فتنہ یہ تھا کہ کافر مسلمانوں کو پھر کفر میں واپس لانے کے لئے ان پر طرح طرح کے ظلم وستم کرتے تھے یہاں تک کہ مسلمانوں کو ان کے مظالم سے تنگ آکر مکہ چھوڑنا پڑا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذہبی آزادی کیلئے لڑنا جائز ہے لیکن جب یہ آزادی مل جائے تو پھر لڑنا جائز نہیں۔ دین کا معاملہ خدا اور آدمی کے درمیان ہے کسی تیسرے شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس معاملے میں دخل دے۔ اگر کوئی دخل دے تو لڑو۔ لیکن جب پھر دین کا معاملہ خدا کے سپرد ہوجائے تو لڑنا بند کردو۔ "ویکون الدین للہ"

(۶) تعدی کے مقابلے میں اتنی ہی تعدی کرو جتنی تم پر کی گئی ہو، اس سے زیادہ جائز نہیں، یہ تقویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ تقویٰ کرنے والوں کا حامی ومددگار ہے۔

آپ نے دیکھا کہ جوابی تشدد اگر ضروری بھی ہوجائے تو بھی وہ مشروط ہے بشرائطِ چند در چند۔ یہ نہیں کہ موجودہ زمانے کی لڑائیوں کی طرح انسانیت سوز حدود تک چلا جائے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ عدمِ تشدد اور اہنسا کی تضحیک کرتے ہیں اور دوسروں کو تشدد پر آمادہ کرتے رہتے ہیں وہ خود بڑے بزدل ہوتے ہیں اور وقت پر عورتوں کی طرح گھروں میں چھپ کر بیٹھ جاتے ہیں مندرجہ ذیل قرآنی آیت میں انہی لوگوں کا ذکر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْٓا	کیا نہیں دیکھا تو نے ان لوگوں کو جن سے کہا گیا تھا
اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ	کہ روک لو ہاتھ اپنے اور قائم کرو نماز اور ادا کرو
اٰتُوا الزَّکٰوۃَ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْھِمُ	زکوۃ۔ پھر جب فرض کیا گیا ان پر جہاد تو اُن میں سے
الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ یَخْشَوْنَ	ایک گروہ ڈرنے لگا لوگوں سے جیسے ڈرنا چاہیے
النَّاسَ کَخَشْیَۃِ اللّٰہِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَۃً	اللہ سے یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور کہا انھوں نے
وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ	اے ہمارے رب کیوں فرض کیا تو نے ہم پر جہاد
لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ (۴:۷۷)	اور ہمیں تھوڑی اور مہلت کیوں نہ دی۔

مکہ معظمہ میں جب کافر مسلمانوں کو ایذائیں دیتے تھے تو بعض مسلمان کہتے تھے کہ ہمیں جوابی تشدد کی اجازت دی جائے، انھیں کہا گیا کہ نہیں ابھی جہاد کا وقت نہیں، ہاتھوں کو روک رکھو اور نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو لیکن جب جہاد کا حکم آیا تو یہ لوگ کافروں کے مقابلے سے اتنا ڈرنے لگے جتنا خدا سے ڈرنا چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے کہ ابھی جہاد خلافِ مصلحت ہے اور مہلت ہونی چاہیے۔ مولانا رومؒ نے انہی لوگوں کے متعلق کہا ہے۔

درمیانِ ہمہ گر مردانہ اند — در غزا چوں عورتانِ خانہ اند

وقتِ لافِ غزو مستاں کف زنند — وقتِ جوش و جنگ چوں کف می فتند

وقتِ ذکرِ غزو شمشیرش دراز — وقتِ کرّ و فرّ تیغش چوں پیاز

لاف و غرہ ژاژ خارا کم شنو — با جُنُب ہا در صفِ ہیجا مرو

زانکہ زادو کم خبا لا گفت حق — کز رفیقِ سست برگرداں ورق

پس مشو ہمراہ ایں اشتر دلاں — زانکہ وقتِ ضیق و بیم اند آفلاں

پس گریزند و ترا تنہا ہلند — گرچہ اندر لافِ سحرِ بابلند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

توز رعنایاں مجو ہیں کارزار　　　توز طاؤساں مجو صید و شکار

قرآن مجید میں تشددِ فعلی اور تشددِ قولی دونوں کے جواب میں عدمِ تشدد کی تعلیم موجود ہے۔

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ	یہی لوگ ہیں جنھیں اُن کا اجر دو دفعہ دیا جائے گا۔
بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ	بدیں وجہ کہ انھوں نے صبر کیا اور وہ ہٹاتے ہیں
السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ	برائی کو بھلائی کے ساتھ اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے
وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ	اس سے خرچ کرتے ہیں اور جب وہ سنتے ہیں لغویات
وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ	تو اس سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال
سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي	ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ سلام ہے
الْجَاهِلِينَ ۔ (۲۸ - ۵۴ و ۵۵)	تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔

آپ نے دیکھا عدمِ تشدد کا اجر دو چند ہے۔ صبر کرنے کی وجہ سے اور بدی کے بدلے میں نیکی کرنے کی وجہ سے عدمِ تشدد پر عمل کرنے والے لوگ جو کوئی لغویات سنتے ہیں تو اس کے جواب میں لغویات نہیں کہتے بلکہ یہ کہہ کر چل دیتے ہیں کہ "آپ جانیں اور آپ کے کام۔ ہمارا اور آپ کا ساتھ ممکن نہیں۔ آپ پر سلام ہو" فکر کا مقام ہے آج کل ہم میں کتنے ہیں جو اس نہایت حکیمانہ تعلیم پر کاربند ہیں۔

وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ	اور اللہ کے (نیک) بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر
عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ	عجز و انکسار کے ساتھ اور جب مخاطب ہوتے ہیں
الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (۲۵ - ۶۳)	ان سے جاہل تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہو۔

کتنا بلند مقام ہے ہمارا یہ حال ہے کہ جہالت کے جواب میں جب تک ہم بڑھ چڑھ کر جہالت نہ کریں تسلی نہیں ہوتی ہمارا دستور العمل تو یہ ہے۔

الا لا یجہلن احد علینا　　　فنجہل فوق جہل الجاہلینا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانائے روم کے یہ دو شعر اسی بلند مقام کا پتہ دیتے ہیں جو اس آیت میں مذکور ہوا۔

اگر گویند زرّاقی و سالوس بگو ہستم دو صد چندان ومی رو
وگر از خشم دشنامے دہندت دعا کن خوشدل و خندان ومی رو

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ اور وہ (نیک) لوگ جو نہیں شہادت دیتے
وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا جھوٹی اور جب وہ گزرتے ہیں لغو کے پاس سے
(۲۵- ۷۲) تو گزر جاتے ہیں وقار کے ساتھ۔

لغو قول یا لغو فعل پیش آجائے تو نیک بندے جواب میں نہ لغو کہتے ہیں نہ لغو کرتے ہیں بلکہ شرافت متانت اور وقار کے ساتھ کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ اور صبر کر ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں اور چھوڑ دے
هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُن کو چھوڑنا خوبصورت اور چھوڑ دے مجھے اور ان
اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝ خوش حال جھٹلانے والوں کو اور مہلت دے انھیں
اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا (۷۳- ۱۰-۱۲) تھوڑی بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور دوزخ۔

یہ خطاب ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کافر اور مشرک آپ کو بیہودہ باتیں کہہ کہہ کر ایذ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ میں جانوں ا لطف یہ ہے کہ چھوڑنا بھی وہ چھوڑنا نہیں جو بدزبان آدمی کے درخور ہے۔ بلکہ ہجرِ جمیل کی ہدایت خوبصورت چھوڑنا یہ نہ صرف عدمِ تشدد ہے بلکہ حسین و جمیل عدمِ تشدد۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا دلِ دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام کہ با دوستانت خلاف است و جنگ (سعدیؒ)

فی الواقعہ یہ مقام بہت بلندی پر ہے۔ کوئی خوش بخت آدمی ہی وہاں تک پہنچ سکتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جوابی تشدد یعنی قصاص کی حکمت اور مصلحت پہلے بیان ہو چکی۔ قرآن مجید میں عدم تشدد یا اہنسا کی حکمت بھی بیان ہوئی ہے۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ	اور نہیں برابر نیکی اور بدی (برائی کا) دفعیہ کر
اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ	ایسی بات سے جو اچھی ہو۔ پس یکایک وہ شخص جس
بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ	کے اور تیرے درمیان عداوت تھی۔ ایسا ہو جائیگا
وَلِیٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِيْنَ	جیسا ایک مخلص دوست اور نہیں ملتی یہ بات
صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ	مگر ان کو جو صبر کرتے ہیں اور نہیں ملتی یہ بات
عَظِيْمٍ ۝ (۴۱ - ۳۴ و ۳۵)	مگر اس کو جو بڑا بخت والا ہوتا ہے۔

یہ حکمت ہے عدم تشدد کی اور یہ مقام ہے اُن لوگوں کا جنہیں اللہ تعالیٰ نے صابر اور ذو حظ عظیم کہا ہے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "حسنِ خلق آنست کہ خلق را نرنجانی و رنجِ خلق بکشی بے کینہ و مکافات"

یہاں یہ بتا دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ وہ اصحاب جو قرآن مجید کے ایک نصف کو دوسرے نصف سے منسوخ ثابت کرنے کے شائق ہیں تقریباً تمام مذکورہ بالا آیات کو آیہ سیف سے منسوخ قرار دیتے ہیں لیکن وہ لوگ جو ان نہایت حکیمانہ اور زریں تعلیمات کو منسوخ کہنے کی گستاخی نہیں کر سکتے یہ نہیں کہہ سکتے کہ عدم تشدد یا اہنسا کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔

© rasailojaraid.com